میجر ڈاکٹر محمد خاں اشرف کا اسلوبِ نگارش

خالد محمود چودھری

Khalid Mehmood Ch.

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

محمد فاروق

Muhammad Farooq

M.Phil Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Muhammad Khan Ashraf is one of the famous writer, critic, researcher and poet of Pakistan. He was born in Rajpout Family on November 18, 1931 in Eastern Punjab, Distt: Hoshyar Pur, India. His early schooling was in Distt: Sheikhupura, Pakistan. He did his Bachelor or Arts in this district. He did his master in Urdu language & literature from University of Punja, Lahore. He joined Pakistan Army in 1967 and was serving Pakistan Army till 1987. He has promoted on Major rank, then after this he has left Pakistan Army. He has received Sitara-e-Jourat, Tamgha-e-Jang and Sitara-e-Harab for his military and civilian services. After this he joined Islamia College, Lahore and Government College, Lahore where he tought lot of students. He has completed his thesis under the supervision of Dr. Waheed Qureshi which topic is "Urdu Tanqeed Ka Romanvi Dabistan" and got Ph.D degree from Baha-ud-Din Zakriya University, Multan. Dr. Muhammad Khan Ashraf is a renowned critic, researcher ,poet and educationist. He has written lot of books on different topics like criticism, research, biographics of different writers alongwith poetry books. He is a giant of

Urdu literature with a big contribution to it. not only in form of books he has written but a long career of teaching. Dr. Sahib is teaching to M.Phil & Ph.D Scholars todays in Lahore Garrison University, Lahore.

ڈاکٹر محمد خان اشرف کا تعلق پاکستان کی بری فوج سے بیس سال رہا۔ آپ ۱۸نومبر ۱۹۴۱ء کو مشرقی پنجاب کے ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد ۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے ہجرت کر کے شیخو پورہ میں آباد ہوئے۔ آپ نے گریجویشن تک تعلیم اسی شہر میں حاصل کی۔ بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے اردو زبان و ادبیات میں کیا۔ ۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۷ء تک گرونانک میموریل کالج ننکانہ میں لیکچرر رہے۔ ۱۹۶۷ء میں پاکستان آرمی میں کمیشن حاصل کیا اور ۱۹۸۷ء تک فوج سے وابستہ رہے اور میجر کے عہدہ پر پہنچ کر آپ فوج سے سبکدوش ہو گئے۔ اسلامیہ کالج لاہور اور گورنمنٹ کالج لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ان دنوں آپ لاہور گیریژن یونیورسٹی میں شعبہ اردو سے وابستہ ہیں۔ آپ کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔

آپ نے پاک فوج کی طرف سے بہت سے اعزازات حاصل کیے۔ ۱۹۷۱ء میں آپ کو ستارہ جرأت سے نوازا گیا اور بعد ازاں تمغہ جنگ اور ستارہ حرب، تمغہ ہجری، تمغہ صد سالہ (ولادت قائداعظم) سے بھی آپ کو نوازا گیا۔

علمی و ادبی سلسلے میں آپ کی نگارشات میں لباس کا مسئلہ، ولی (تحقیقی و تنقیدی مطالعہ)، دیوان ولی (انتخاب) فسانہ مبتلا از نذیر احمد ترتیب و مقدمہ، خیابستان از یلدرم ترتیب مقدمہ، اردو تنقید کا رومانوی دبستان (پی ایچ۔ڈی مقالہ)، رومانویت اور اردو میں رومانوی تحریک، اردو ادب، تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، مضامین کا مجموعہ، توجیہات شامل ہیں۔ آپ کے تین شعری مجموعے ''درد کا سورج''، ''مداوا'' اور ''شاخ آہو'' منصۂ شہود پر آ چکے ہیں۔

علاوہ ازیں پاکستان قومی سلامتی کے مسائل کے حوالے سے بھی اُن کی ایک گراں قدر تصنیف ۲۰۰۴ء میں شائع ہو چکی ہے۔ پاک بری فوج کے جوانوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ''جرأت کے ستارے'' اُن کی ایسی تصنیف ہے، جس میں آٹھ بلوچ رجمنٹ کی داستان جنگ کا احوال بہت متحسن انداز میں شائع کی ہے جو ۲۰۰۶ء میں پہلی بار منصۂ شہود پر آئی اور اپنے قارئین سے خاطر خواہ پذیرائی حاصل کی۔ ان کے علاوہ ان کی بہت ساری نگارشات، تحقیقی و تنقیدی مقالات کے ساتھ ساتھ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے تحت مختلف سطح کی کتب کی تیاری کے سلسلے میں ان کی تدریسی اور تعلیمی خدمات بھی حاصل کی جاتی رہی ہیں۔

ڈاکٹر محمد خاں اشرف نے اپنے باطنی مشاہدے کو فطرت سے ہم آہنگ کرتے ہوئے عصری زندگی کے کیف و کم اور مختلف النوع واردات روز و شب کی کیفیات کو بہت فن کاری سے شعر کے قالب میں ڈھالا ہے۔ ساتھ ہی اپنی ذات کے باطن میں برسوں سے ڈیرا جمائے ان ناآسودہ لمحات کو بھی جاوداں بنا دیا ہے جو لاشعوری طور پر ایک قسم کے ذہنی انتشار کا سبب رہے ہیں:

کب تک غم سے آنکھ بچاؤں کب تک جی بہلاؤں گا
کب تک دل کو دھوکے دوں گا کب تک تجھے جلاؤں گا(۱)

قحط الرجال کے موجودہ زمانے میں ایک حساس تخلیق کار کو فکری اعتبار سے متعدد مسائل کا سامنا ہے۔ معاشرتی زندگی میں سے مصائب و آلام کے پاٹوں میں پستی ہوئی دُکھی انسانیت کے مسائل سنگلاخ چٹانوں اور بے حس و جامد سر بہ فلک کو

ہساروں کے سامنے بیان کرنا پڑے ہیں۔

مادی دور میں زندگی کے اعصاب شکن داخلی تضادات اور سماج کے مناقشات نے فکر ونظر پر دوررس اثرات مرتب کیے ہیں۔اس مادی دور میں انھیں غزل دکھائی نہیں دیتی البتہ اُن کا شوق اور جستجو انھیں کہیں بھی پڑاؤ کرنے سے منع کرتا دکھائی دیتا ہے۔وہ حوصلے اور ہمت کا کوہِ گراں ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیں حوصلہ دیتے نظر آتے ہیں:

درد کی منزل نہیں آئی سفر باقی ہے
دل! ابھی شوق کی کچھ راہ گزر باقی ہے(۲)

ڈاکٹر محمد خان اشرف نے فقر و مستی کی شانِ استغنا کو ہمیشہ زادِ راہ بنایا ہے۔اپنی انا اور خودداری کا بھرم برقرار رکھتے ہوئے انھوں نے صبر و تحمل سے کٹھن حالات کا نہایت خندہ پیشانی سے سامنا کیا۔

حرمتِ ضمیر سے جینے کی راہ اپنانے والے اِس جری، بے باک اور مخلص شاعر نے تیشۂ حرف سے فصیل جبر کو منہدم کرنے کی بھرپور سعی کی ہے۔انھوں نے ظلمتِ شب کی شکایت کرنے کے بجائے اپنے حصے کی شمع فروزاں رکھنے پر اصرار کیا ہے۔ڈاکٹر اے۔بی اشرف لکھتے ہیں:

''محمد خان اشرف نے دُشمن کی قید میں رہنے اور ذہنی اذیتیں سہنے کے باوجود اپنے شعری تجربوں کو زہر آلود نہیں ہونے دیا۔ان کے لہجے میں جھنجلاہٹ نہیں آئی۔ان کا حلق اور زبان بے مزہ نہیں ہوئے۔ان میں تلخی پیدا نہیں ہوئی، بارُود کا لاوا نہیں اُبھرا، تلوار کی کاٹ نہیں آئی، بلکہ ان تجروں میں الفت کا رنگ، پھولوں کی خوشبو، نسیم سحری کے جھونکے، پیار کی لطافت، جیون کا رس اور تتلیوں کی سی شوخی اور حُسن پیدا ہو گیا ہے۔''(۳)

ڈاکٹر محمد خان اشرف نے اپنی شاعری میں انسان کے دُکھوں، غموں کی بات کی ہے۔کسی مافوق الفطرت چیز یا جنوں پریوں کی کہانیوں کو موضوع نہیں بنایا۔وہ جس دھرتی پر رہتے ہیں۔اُسی دھرتی کے باشندوں کے دُکھ، درد اور مسائل کو اپنے شعری قالب میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں:

دشواریٔ حیات کا کچھ غم نہیں کہ آج
ہر اک غمِ حیات کا درماں ہے سامنے(۴)

....

میری آنکھیں اگر بے ضیاء ہیں تو کیا
گلشنِ دید سج دھج کے یونہی کھلے(۵)

شاعر ہر طرف بہاروں کا تمنائی ہے۔وہ زمانے کے دُکھوں کو اپنی جھولی میں ڈالنے سے نہیں ڈرتا، البتہ وہ دوسروں کی جھولیوں کو پھولوں سے بھر دینے کے خواب ضرور دیکھتا ہے۔ڈاکٹر محمد خاں اشرف کی شاعری کا توانا پہلو رومانوی ہے۔ان کی شاعری میں درد و فراق، ہجر اور وچھوڑے کے گھٹاٹوپ بادل چھائے ہوتے ہیں۔ان کی شاعری کے رومانوی پہلو کے بارے میں اے۔بی اشرف رقم طراز ہیں:

''محمد خان اشرف کا سب سے نمایاں رویہ رومان پسندی ہے اور جس صورت حال میں یہ

شاعری کی گئی ہے۔اس میں یہی روّیہ زیادہ ابھرتا ہے۔مجبوری،فراق،تنہائی،اُداسی، ماضی کی یادیں، مستقبل کی اُمیدیں شاعر کو جسم کی خوشبوئیں یادوں کے ویرانے میں بکھری ہوئی محسوس ہوتی ہیں تو کبھی آنکھ کی مینا خوابوں کے مے خانے میں چھلکتی دکھائی دیتی ہے۔کبھی درد کا سورج رات کی ظلمتوں میں طلوع ہوتا ہے تو یادوں کے کاشانے میں دُکھ کی دھوپ سے ہر شے سلگنے لگتی ہے۔''(۶)

زندگی اک نامکمل خواب ہے تیرے بغیر
بزم عشرت سوز وغم کا باب ہے تیرے بغیر(۷)

....

تمہارے سُرخ لبوں سے سنہرے بالوں سے
یہ کون جلوۂ گلشن چرائے بیٹھے ہیں(۸)

....

ایک ہے تیری یاد کا عالم اور اس پر تنہائی ہے
چاند رات کی اس ٹھنڈک نے کیسی آگ لگائی ہے(۹)

....

تیری وہ معصوم صورت ، سادگی ، لاچارگی
تیرا اندازِ نزاکت تھا وہ فطرت تو نہ تھی(۱۰)

ڈاکٹر محمد خاں اشرف نے اپنی زندگی کے اہم واقعات سے وابستہ یادوں کو اپنا بیش بہا اثاثہ تاریخ کی امانت سمجھتے ہوئے شعروں میں سمودیا ہے۔اپنے اسلوب، ڈسکورس اور حقائق کو حتمی شکل دینے میں انھوں نے انتھک جدوجہد کی اور اسلوب کو ثمر دار بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔دیوانِ غالب سے انھیں خاص لگاؤ ہے۔اس لیے غالب کی فارسی تراکیب ان کے کلام میں جابجا آتی ہیں۔

اُن کے کلام میں دولہریں نمایاں ہیں،ایک حزنیہ لے،جس میں زندگی کے غم آمیز پہلوؤں کا تفصیلی ذکر ہے اور ازل وابد کے مسائل بہت نمایاں ہیں۔اُن کے کلام میں یہ حزنیہ رنگ بہت نمایاں ہے:

دل شدت احساس سے بھر کیوں نہیں جاتا
میں کثرتِ آلام سے مر کیوں نہیں جاتا(۱۱)

دوسری لے،اُن کے کلام میں اختر شیرانی کے دور کی یاد تازہ کرتی ہے۔یہ ولولہ انگیزی ادھیڑ عمر میں بھی ان کے کلام میں تروتازہ ہے۔شخصی بے چارگی اور محرومی ایسے لمحوں میں ان کے ہاں سر اُٹھاتی ہے تو انھیں رومانوی شعرا کی صف میں لے جاتی ہے:

تم کتنی الٹی لڑکی ہو اور کیسی باتیں کرتی ہو
اندر سے کتنی سونی ہو اوپر سے ہنستی رہتی ہو(۱۲)

ڈاکٹر تبسم کاشمیری ان کے تیسرے مجموعہ ''شاخ آہو'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شاخ آہو'' ایک باذوق انسان کا مجموعہ ہے۔شاخ آہو کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا شاعر

اپنی ذات میں آزاد ہے۔اس کی شاعری جذبات واحساسات اور تخیل کا ملاپ ہے اور یہی
ملاپ متاثر کن ہے۔''(۱۳)

ڈاکٹر محمد خاں اشرف کے شعری مجموعے اپنے موضوعات اور شعری ڈکشن کے لحاظ سے اردو شاعری میں اپنی الگ پہچان رکھتے ہیں۔انھوں نے اپنے جذبات واحساسات کے ساتھ ساتھ عصری رویوں کو اپنی شاعری میں جگہ دی ہے۔ڈاکٹر محمد خان اشرف کی شعری اسلوب کے حوالے سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ انھوں نے اپنے پیش رو یا ہم عصر شعرا میں سے کسی کا اثر قبول نہیں کیا اور تخلیقی فن میں اپنی انفرادیت قائم رکھی۔

فنی لحاظ سے ان کی شاعری کا تجزیہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انھوں نے اپنی فکری آہنگ کو غنایت کا روپ کامیابی سے دیا ہے۔شعر اُن کے قلم سے نکلتے ہیں اور قاری کے دل پر اثر کرتے چلے جاتے ہیں۔یہی ان کے فن کا کمال ہے کہ وہ لفظوں کو اپنے مدعا کے مطابق سانچوں میں ڈھالنے کے ہنر سے بخوبی واقف ہیں۔ان کی زبان سادہ اور عام فہم ہے ان کے کلام کی نمایاں خاصیت زبان وبیان کی سادگی اور بے ساختگی ہے۔مشکل سے مشکل مضامین کو کمال مہارت سے روزمرہ کے سادہ اور آسان پیرائے میں ادا کرتے ہیں،ان کی شاعری کی یہی خوبیاں انھیں منفرد پہچان عطا کرتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد خان اشرف نے قلم وقرطاس کے ساتھ جو عہد وفا استوار کیا۔اُسے گردش لیل ونہار سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا رہے۔ادبی تنقید نگاری ان کا خاص شعبہ ہے۔تنقید سے ان کی دلچسپی اُن کی حق گوئی اور بے باکی کا عملی نمونہ ہے۔تنقید جیسے مشکل اور خشک مضمون کو انھوں نے اپنی گل افشانی گفتار سے ہر دل عزیز بنا دیا۔ان کی حاضر دماغی،شگفتہ مزاجی اور بذلہ سنجی نے ان کی شخصیت کو مضبوط اور استحکام سے متمتع کر دیا۔بات سے بات پیدا کرنا ان کے اسلوب کا امتیازی وصف سمجھا جاتا ہے۔ان کی شگفتہ مزاجی اور راست گوئی کے امتزاج سے ان کی تحریر میں ایک ایسی جاذبیت اور دلکشی ظاہر ہوتی ہے جو قاری کو مسحور کر دیتی ہے۔ تدوین متن کے حوالے سے ان کی مساعی جمیلہ لائق تحسین ہیں۔اس حوالے سے انھوں نے اصطلاحات تدوین متن کے نام سے ایک تصنیف بھی لکھی جس سے تحقیق کے سکالرز کے لیے نئے در وا ہوئے۔ڈاکٹر تبسم کاشمیری ''اصطلاحات تدوین متن'' کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''اصطلاحات تدوین متن ایک خوش آئند اضافہ ہے۔اِس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے۔یہ
کتاب تدوین پر کام کرنے والے نئے اور پرانے محققین کے لیے ایک رہنما کتاب کا کردار
ادا کرے گی۔''(۱۴)

ڈاکٹر محمد خان اشرف کی شہرۂ آفاق تصانیف میں اردو تنقید کا رومانوی دبستان اور ''رومانونیت اور اردو ادب میں رومانوی تحریک'' اردو زبان وادب میں معتبر حوالہ رکھتی ہیں۔اردو تنقید کا رومانوی دبستان ڈاکٹر صاحب کا پی ایچ۔ڈی مقالہ کا عنوان تھا جس کو ضخیم کتاب کی صورت میں منصۂ شہود پر لایا گیا ہے۔ڈاکٹر محمد خان اشرف اس کتاب کے بارے میں پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''یہ کتاب میرا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ تھا جو ۱۹۹۲ء میں بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان میں
پیش کیا گیا۔منظوری کے فوراً بعد اُستادمحترم ڈاکٹر وحید قریشی اقبال اکیڈمی لاہور سے شائع

کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ اِس طرح یہ ۱۹۹۶ء کو پہلی بار شائع ہوا۔'' (۱۵)

رومانویت اور اردو ادب میں رومانوی تحریک، یہ ڈاکٹر صاحب کے تحقیقی مقالہ کے ابتدائی مباحث پر مبنی ہے۔ یہ کتاب ابواب پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر محمد صدیق شبلی اس کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''محمد خان اشرف کے اِس مقالے کا علمی و تحقیقی معیار ی بلند ہے رومانویت پر ٹھوس اور تفصیلی بحث اس مقالے کی ایک امتیازی خصوصیت۔ ان کا انداز بیانیہ کم اور تجزیاتی زیادہ ہے۔ ان کے یہ تجربے قابل تعریف ہیں۔'' (۱۶)

ڈاکٹر محمد خان اشرف جس تعلیمی ادارے سے بھی منسلک ہوئے۔ اُس کے طلبا میں نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں کا شعور بیدار کیا۔ جس سے بچوں کو بلندی پروازی نصیب ہوئی۔ خاک کو اکسیر بنانے اور غبار راہ سے نگاہوں کو خیرہ کرنے والے جلوے پیش کرنے والے اس دانش ور نے اپنی مؤثر تدریس سے نئی نسل کو عصری آ گہی سے متمتع کر کے اُن کی سیرت اور کردار کی تعمیر میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ ڈاکٹر محمد خان اشرف کے اسلوب میں موضوعات کا جو تنوع ہے وہ ان کی انفرادیت کی دلیل ہے۔ انھوں نے جس موضوع پر بھی قلم اُٹھایا۔ تنقید اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔

''اردو تنقید کا رومانوی دبستان'' اور ''رومانویت اور اردو ادب میں رومانوی تحریک'' پر ان کے فکر پرور، جمال افروز اور بصیرت سے لبریز تجزیات قاری کے فکر و نظر کو مہمیز کرنے کا وسیلہ ہیں۔ ''اردو تنقید کا رومانوی دبستان'' بلا شبہ اعلیٰ تنقیدی و تحقیقی معیار سامنے لاتی ہے۔ یہ ضخیم کتاب اپنے موضوع کا مکمل احاطہ کرتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ادبی اقدار کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ ادبی تخلیقات کے معیار کے سلسلے میں وہ کسی نرمی، مصلحت کے قائل نہ ہیں۔ ڈاکٹر محمد خان اشرف نے قلم و قرطاس کے ساتھ جو عہد وفا استوار کیا۔ اُسے علاج گردش لیل و نہار سمجھتے ہوئے زندگی کے اس سفر پر عمل پیرا ہیں۔ انھوں نے اردو، ہندی، عربی، فارسی اور انگریزی زبان پر اپنی خلاقانہ دسترس کا لوہا منوایا ہے۔ اگر چہ انھوں نے مغربی ادبیات کا عمیق مطالعہ کیا ہے لیکن ان کے تخلیقی عمل اور تنقیدی بصیرت کے سوتے مشرقی اقدار و روایات اور تہذیب و ثقافت سے پھوٹتے ہیں۔ ایک زیرک، فعال اور مستعد تخلیق کار کی حیثیت سے انھوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو متحرک رکھا۔

ایک رجحان ساز ادیب نقاد اور شاعر کی حیثیت سے ڈاکٹر محمد خان اشرف نے علم و ادب کے فروغ کے سلسلے میں جو گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان کی وجہ سے پوری دنیا میں ان کے لاکھوں مداح موجود ہیں۔ اردو تنقید کو نیا رجحان، بلند آہنگ عطا کیا۔ اخلاق اور اخلاص سے لبریز سلوک ان کا شیوہ ہے۔ وہ بولتے ہیں تو اُن کی باتوں سے پھول جھڑتے ہیں اور جب تنقید لکھتے ہیں تو یہی پھول اپنے کئی خار بھی لیے ہوتے ہیں۔ یہ خار تخلیقی عمل میں درآنے والے مفسد مواد کی جراحت کے لیے اکسیر ہیں۔ اسی کے اعجاز سے ان کی تنقید کو ایک نیا آہنگ اور اچھوتا رجحان نصیب ہوا۔ اُن کا انداز فکر زندگی کی حقیقی معنویت کا مظہر ہے۔

محبت کے معاملے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس میں سود و زیاں کا کوئی دخل نہیں۔ جہاں تک فہم و فراست اور ہوش و خرد کا تعلق ہے اگر یہ اس کی پختگی کی دلیل ہے۔ اس کے برعکس اگر محبت میں مصلحت اور نقصان کا خیال کیا جائے تو یہ محبت کے ناپختہ ہونے کا ثبوت ہے۔ ڈاکٹر محمد خاں اشرف نے ہمیشہ انسانیت کے ساتھ والہانہ محبت کے جذبات کا اظہار کیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سارے جہاں کا درد ان کے جگر میں سمٹ آیا ہے۔ انھوں نے انسانیت کے وقار کو اپنی تخلیقات اور اپنے معاملات سے ہمیشہ

اولیت دی۔ اردو تنقید کو حریت فکر کی راہ دکھائی اور ہر قسم کی عصبیت کی بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش میں مصروف عمل ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد خان اشرف، ڈاکٹر، درد کا سورج، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص: ۵۷

۲۔ ایضاً، ص: ۵۱

۳۔ اشرف، اے۔ بی، ڈاکٹر، دیباچہ: درد کا سورج، از ڈاکٹر محمد خان اشرف، ص: ۱۵

۴۔ محمد خان اشرف، ڈاکٹر، درد کا سورج، ص: ۴۲

۵۔ ایضاً، ص: ۶۳

۶۔ اشرف، اے۔ بی، ڈاکٹر، دیباچہ: درد کا سورج، از ڈاکٹر محمد خان اشرف، ص: ۱۵

۷۔ ایضاً، ص: ۴۶

۸۔ ایضاً، ص: ۴۵

۹۔ ایضاً، ص: ۲۹

۱۰۔ ایضاً، ص: ۶۴

۱۱۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، مداوا، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص: ۲۰

۱۲۔ ایضاً، ص: ۳۵

۱۳۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، پیش لفظ: مداوا، از ڈاکٹر محمد خان اشرف، ص: ۲۹

۱۴۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، اصطلاحات تدوین متن، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص: ۵

۱۵۔ محمد خان اشرف، ڈاکٹر، ردو تنقید کا رومانوی دبستان، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص: ۱۳

۱۶۔ محمد صدیق شبلی، ڈاکٹر، رومانویت اور اردو ادب میں رومانوی تحریک، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص: ۷

☆......☆......☆